26

غیر مبائعین اور منافقین

(فرمودہ 18 اکتوبر 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"گو ابھی کمزوری کی وجہ سے میری لاتیں کانپ رہی ہیں اور میں سہولت کے ساتھ جمعہ کے لئے نہیں آسکتا تھا لیکن چونکہ یہ رمضان کے دن ہیں اس لئے اس مبارک مہینہ کے ایک اور جمعہ کو ضائع کرنا میری طبیعت نے پسند نہ کیا اور میں نے مناسب سمجھا کہ جس طرح بھی ہو جمعہ خود جا کر پڑھاؤں۔

انسان کے ساتھ بیماری اور صحت کے دور لگے ہوئے ہیں۔ وہ بیمار بھی ہوتا ہے اور تندرست بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء بھی اس سے خالی نہیں، اللہ تعالیٰ کے اولیاء بھی اس سے خالی نہیں۔ اسی طرح صلحاء بھی اس سے خالی نہیں اور اشقیاء بھی اس سے خالی نہیں۔ لیکن یہی بیماریاں جب ایک مومن پر آتی ہیں تو اس کے اور اس کے دوستوں کے لئے فائدہ کا موجب بن جاتی ہیں اور یہی بیماریاں جب غیر مومن پر آتی ہیں تو اس کے اور اس کے دوستوں کے لئے ابتلاء اور ٹھوکر کا موجب بن جاتی ہیں۔ مجھے ان ایام میں کئی خطوط باہر سے بھی آئے ہیں اور یہاں سے بھی آئے ہیں۔ باہر سے جو خط آئے ہیں ان میں سے بعض میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ غیر مبائعین آجکل میرے متعلق یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ان کی عمر باون سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور یہ کہ اس عرصہ میں وہ ضرور فوت ہو جائیں گے۔ زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے

قبضہ میں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اگر غیر مبائعین یہ کہتے ہیں تو بہتر ہے وہ اس کو تحریر میں لے آئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو جھوٹا کر کے دکھلا دے گا۔

اسی طرح بعض منافقوں کی نسبت مجھے معلوم ہؤا ہے کہ انہوں نے میرے متعلق کہا کہ اس بیماری سے یہ اب نہیں اٹھیں گے۔ میں نے بتایا ہے کہ بیماری اور صحت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اسی کے مصالح کے ماتحت آتی ہے۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو کبھی بیمار نہیں ہؤا اور دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو موت سے محفوظ رہ سکتا ہو۔ لوگ بیمار بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور مرتے بھی چلے آئے ہیں بلکہ دنیا میں صرف ایک ہی انسان ایسا تھا جسے زندہ سمجھا جاتا تھا مگر ہماری جماعت نے تو اس کی موت پر بھی زور ہی دیا ہے لیکن باوجود اس کے ان منافقین کو خدا نے یہ خوشی کا موقع نہ دیا اور ان کے دعوے یونہی چلے گئے۔

اس کے بعد میں آج کے خطبہ میں ان روزوں کے متعلق اعلان کرنا چاہتا ہوں جو ہر سال رمضان کے علاوہ ہماری جماعت کی طرف سے رکھے جاتے ہیں۔ میرے مُنہ سے جو بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے بھی نہیں رکھ رہا کچھ زیب تو نہیں دیتا کہ میں روزوں کی تحریک کروں مگر جماعتی نظام کے لحاظ سے ایک قوم کے لیڈر کو بعض دفعہ ایسے موقع پر بھی حکم دینا پڑتا ہے جبکہ وہ خود معذور ہوتا ہے۔

پس میں اللہ تعالیٰ سے اپنی ان خطاؤں کے متلق عفو کی درخواست کرتے ہوئے جن کی وجہ سے مجھے یہ روزے چھوڑنے پڑے ہیں اعلان کرتا ہوں کہ اس دفعہ بھی اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی رمضان کے بعد شوال کے مہینہ میں سات روزے رکھیں جائیں گے۔ (یہ روزے سابق کی طرح ہر پیر اور جمعرات کو رکھے جائیں گے اور عید کے بعد پہلے پیر سے شروع ہوں گے) ان روزوں میں خصوصیت کے ساتھ جماعت کے دوستوں کو میں تاکید کرتا ہوں کہ وہ دعائیں کریں کہ دنیا کی موجودہ فضا جو جنگ کی وجہ سے بگڑی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدنتائج سے اسلام اور احمدیت کو محفوظ رکھے۔ جو لوگ حقائق سے ناواقف ہیں وہ اس امر کو نہیں جانتے کہ حالات کیسا رنگ اختیار کر چکے ہیں مگر جو حقائق سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ دنیا کے حالات بہت زیادہ خراب ہیں۔ بہ نسبت ان حالات کے جو سطح پر نظر آتے ہیں اور جیسا کہ میں

نے گزشتہ سال ستمبر یا اکتوبر کے خطبہ میں بیان کیا تھا ظاہر میں نظر آنے والے اتحادوں سے بہت زیادہ اندرونی اتحاد ہیں اور پھر ان میں بھی تغیر ہوتا رہتا ہے۔ کبھی ایک سے اتحاد ہوتا ہے اور کبھی دوسرے سے۔ اگر یہ تمام اندرونی سازشیں دنیا کے سامنے آجائیں تو لوگ حیران ہو جائیں اور وہ گھبرا کر کہہ اٹھیں کہ نہ معلوم اب کیا ہونے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بارہ میں بہت سی غیب کی خبریں بتائی ہوئی ہیں۔ جن میں سے اکثر مَیں اپنے بعض دوستوں کے سامنے بیان کر چکا ہوں اور ان میں سے بعض باتیں پوری بھی ہو چکی ہیں مگر یہ موقع ان کے بیان کرنے کا نہیں۔ اس وقت میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں بہت سے خطرات پیدا ہو چکے ہیں اور ان خطرات سے ہندوستان بھی محفوظ نہیں بلکہ بہت زیادہ ان کی زد میں ہے۔ اس وقت قومیں گویا جوئے کی بازی لگا رہی ہیں اور وہ سمجھتی ہیں کہ اگر انہیں جان بچانے کے لئے بعض ممالک دوسروں کے حوالے کرنے پڑیں تو بھی اس میں انہیں دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ حکومتیں آپس میں ملکوں کی تقسیم کر رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس ملک کا فلاں حصہ تم لے لو اور ہماری مدد کرو، فلاں حصہ وہ لے لے اور وہ ہماری مدد کرے۔ گویا انسانوں کی جانیں اور ملک اس وقت ایسی ہی حیثیت رکھتے ہیں جیسی دوّنیوں اور چوّنیوں کی حیثیت ہوتی ہے بلکہ اس جرأت اور دلیری سے تو کوئی شخص چوّنی بھی اپنے ہاتھ سے دوسرے کو نہیں دیتا جس جرأت اور دلیری سے آج ملکوں، جانوں اور عزتوں کی قربانی پیش کی جا رہی ہے۔ ایسے موقع پر ہندوستان جس کے پاس نہ تو کافی سامانِ جنگ ہے اور نہ اس میں مقابلہ کی طاقت اور ہمت ہے۔ اس کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ جن ممالک کے پاس فوجیں ہیں، جن کے پاس ہوائی جہاز ہیں، جن کے پاس بحری جہاز ہیں، جن کے پاس خشکی اور تری کی فوجیں ہیں، جن کے پاس توپیں اور بڑے بڑے ٹینک ہیں وہ بھی آج تقسیم ہو رہے ہیں۔ پھر اس نہتّے اور بے کس ملک کے متعلق کیا امید کی جا سکتی ہے کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر سکے گا۔ یہاں کے اکثر ہندو گائے کو پوجتے ہیں اور گائے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اسے جو شخص بھی کان سے پکڑ لے وہ اس کے ساتھ چل پڑتی ہے اور جس قیمت پر بھی وہ فروخت کرنا چاہے اس قیمت پر وہ فروخت کر دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں شاید اسی شرک کی اللہ تعالیٰ نے ہندوستانیوں کو یہ سزا دی ہے اور

شاید اسی وجہ سے اسکی مشیّت نے فیصلہ کیا کہ تم چونکہ گائے کو ہمارا شریک ٹھہراتے ہو اس لئے ہم تمہیں بھی گائے کی طرح بنا دیتے ہیں۔ جاؤ اور دنیا میں دوسروں کے ہاتھ بکتے پھرو۔ اگر ہندوستان اس شرک سے پاک ہوتا اور اگر یہاں کے رہنے والے عقل سے کام لیتے اور گائے کی پرستش کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتے تو ممکن تھا اللہ تعالیٰ گائے کی بجائے انسانیت کا کوئی اچھا مرتبہ انہیں عطا کر دیتا مگر چونکہ انہوں نے شرک کیا اس لئے جس طرح گائے بکتی پھرتی ہے اسی طرح ہندوستانی بکتے رہتے ہیں۔ اور جس طرح گائے دوسروں کو تو دودھ دیتی ہے اور خود بھوسہ کھا کر گزارہ کرتی ہے اسی طرح ہندوستان سے دوسری قومیں تو فائدہ اٹھا رہی ہیں اور ہندوستانیوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔

پس ہندوستان کے لئے بہت زیادہ خطرات ہیں اور اس کے پاس اپنی حفاظت کے پورے سامان بھی موجود نہیں۔ اس کا پتہ اس امر سے لگ سکتا ہے کہ وہ سامانِ جنگ جن کے متعلق ہندوستانی ہمیشہ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ ان کے تیار کرنے میں گورنمنٹ اسراف سے کام لے رہی ہے آج اتنے حقیر نظر آتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے گویا گورنمنٹ نے ابھی ہندوستان کی حفاظت کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہندوستان کے پاس سامانِ حرب کی اس قدر قلت ہے کہ اگر کوئی بڑی طاقت اس پر حملہ آور ہو تو دو دن بھی یہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ مہلت دے دے اور لڑائی لمبی ہو جائے اور وہ ہوائی جہاز جو امریکہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ حاصل ہو جائیں۔ اسی طرح ٹینک اور ہوائی پائلٹ وغیرہ تیار ہو جائیں تو اور بات ہے ورنہ موجودہ حالت تو ایسی ہے کہ ہندوستان صرف انگلستان کے رُعب کی وجہ سے بچا ہوا ہے ورنہ اگر اس ملک پر کوئی قوم حملہ آور ہو تو یہ اس کا پوری طرح مقابلہ نہیں کر سکتا۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ انگریزوں کو موجودہ مصیبت سے نجات دے۔ پس نادان ہیں وہ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ آج انگلستان سے الگ ہو کر ہندوستان کوئی طاقت حاصل کر سکتا ہے۔ آج ہندوستان اور انگلستان کی قسمت ایک ہی پلڑے میں ہے۔ ایک جھکا تو دوسرا بھی جھکے گا اور اگر ایک اونچا ہوا تو دوسرا بھی اونچا ہو گا۔ یہ سوال نہیں کہ ان حالات کی ذمہ داری کس پر ہے۔

ذمہ داری کسی پر ہو موجودہ صورت حالات یہ ہے کہ ہندوستان کی حفاظت کی ذمہ داری انگلستان پر عائد ہے اور اس جنگ میں انگلستان کی کمزوری ہندوستان کے لئے سخت نقصان رساں اور مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔

پس دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ وہ سامان پیدا کرے جو اسلام کے لئے، احمدیت کے لئے اور خود ہمارے ملک کے لئے مفید ہوں۔ اسی طرح وہ اس بات کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان مصیبت کی گھڑیوں میں انگلستان کی مدد کرے کیونکہ جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے میں یہ نہیں جانتا کہ تمہاری عقل بھی یہی کہتی ہے یا اس کے خلاف۔ اس لئے میں "ہماری عقل" کی بجائے "میری عقل" کے الفاظ استعمال کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے مجھے انگلستان مظلوم نظر آتا ہے اور جو اس کے مقابل میں ہیں وہ ظالم نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے میری یہ بات غلط ہو۔ اصل حالات تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن میری عقل اس وقت تک یہی کہتی ہے کہ انگریز مظلوم ہیں۔ پس جن جن دوستوں کی عقل بھی یہی کہتی ہو کہ جرمنی ظالم ہے اور برطانیہ مظلوم ان سے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ وہ جہاں یہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مذہب ہمارے سلسلہ اور ہمارے دین کی حفاظت کرے اور اس جنگ کو اس کی ترقی کا موجب بنائے وہاں وہ انگلستان کے لئے بھی جس سے ہندوستان کی قسمت وابستہ ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے اور موجودہ مشکلات سے اسے نجات بخشے۔

دعا کوئی ایسا امر نہیں جو حکماً کرایا جاسکے۔ دنیا میں سے کوئی شخص تمہارے دل سے یہ آواز نہیں نکلوا سکتا خواہ میں ہی ہوں یا کوئی اور بلکہ اللہ تعالیٰ بھی اس قسم کی آواز کسی کے دل سے نہیں نکلواتا جب تک انسان اس کے سامنے اپنے آپ کو کُلّیۃً ڈال نہ دے۔ یہ بات صرف تمہارے دل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور تم اس امر کا اختیار رکھتے ہو کہ چاہو تو دعا کرو اور چاہو تو نہ کرو۔

پس میں یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے ہر شخص دعا کرے۔ جو دعا اسلام اور احمدیت کے متعلق ہے اس کے متعلق تو میں یہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ ہماری جماعت میں سے کوئی

ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جو وہ دعا مانگنے کے لئے تیار نہ ہو کیونکہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ اسلام اگر تباہ ہوتا ہے تو ہو جائے، احمدیت کے مٹنے کا اگر امکان ہے تو بے شک وہ مٹ جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں تو وہ احمدی ہی نہیں اور نہ ایسے شخص کا احمدی کہلانا اپنے اندر کوئی حقیقت رکھتا ہے۔

پس میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو اسلام اور احمدیت کے لئے بھی دعا مانگنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اسی طرح انسان کی خود غرضی کو دیکھتے ہوئے میں یہ امید بھی نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہندوستان اگر تباہ ہوتا ہے تو بے شک ہو جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ پس ان معاملات کے متعلق میں یہ نہیں کہتا کہ اگر تم مجھ سے متفق ہو تو دعا کرو کیونکہ ان امور کے متعلق اس لئے نہیں کہ میں حکم دیتا ہوں اور تم میرا حکم ماننے پر مجبور ہو بلکہ اس لئے کہ یہ دعا خود بخود تمہارے دل سے نکل رہی ہو گی۔ (اور اگر تم میں اتنی عقل و خرد بھی نہیں کہ تم اسلام اور احمدیت اور اپنے ملک کے مفاد کو سمجھ سکو تو پھر تم میرے مخاطب نہیں بلکہ ایسی حالت میں تم کسی کے بھی مخاطب نہیں ہو سکتے۔ نہ میرے، نہ خدا اور اس کے رسول کے کیونکہ خدا بھی انسان کو اسی وقت مخاطب کرتا ہے جب اس کے اندر عقل موجود ہو) لیکن دوسرے حصہ کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اگر تم مجھ سے متفق ہو تو یہ دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ انگریزی قوم کو موجودہ مصیبت سے نجات دے۔

ممکن ہے بعض سیاسی نقطۂ نگاہ سے یہ خیال کرتے ہوں کہ انگریزوں کی شکست اِس وقت ہندوستان کے لئے مفید ہے اور گو مَیں انہیں غلطی پر ہی سمجھوں گا مگر میں ان سے یہ نہیں کہوں گا کہ وہ برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا کریں کیونکہ کسی کے مُنہ کی دعا خدا تک نہیں پہنچ سکتی جب تک دل کا درد اس کے ساتھ شامل نہ ہو اور میں یہ تماشا نہیں کرانا چاہتا کہ کسی کا دل تو برطانیہ کی کامیابی کو نہ چاہے اور مُنہ سے وہ اسکی کامیابی کے لئے دعا کر رہا ہو۔ مگر جو اس بارہ میں مجھ سے متفق ہوں ان سے میں کہتا ہوں کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ احمدیت کی اشاعت انگریزوں کی حکومت میں زیادہ عمدگی کے ساتھ ہو سکتی ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔ اس قسم کی حکومتیں اور بھی ہیں یہ نہیں کہ انگریز ہم سے کوئی خاص

رعایت کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ یہ بھی ہم سے الجھ جاتے ہیں لیکن باوجود اس کے ان کے ممالک میں تبلیغ زیادہ آسانی سے ہو سکتی ہے کیونکہ ان میں سے کچھ تو مذہب سے بیگانہ ہیں اور اس وجہ سے مذہبی معاملات میں زیادہ دخل نہیں دیتے اور کچھ لوگ واقع میں وسیع الحوصلہ ہیں اور روادار ہیں۔ پس ان کی مذہب سے یہ بے اعتنائی اور بعض کی رواداری ہمارے کام آجاتی ہے جیسا کہتے ہیں

خدا شرّے برانگیزد کہ خیرے مادراں باشد

ان کی مذہب سے بے اعتنائی بھی ان کی قوم کے لئے ایک شر ہے مگر یہ بے اعتنائی ہمارے کام آجاتی ہے اور ہم سہولت کے ساتھ اپنے مذہب کی اشاعت کرتے چلے جاتے ہیں۔ پس جو دوست اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ان کے ملکوں اور علاقوں میں احمدیت اچھی طرح پھیل سکتی ہے ان کا فرض ہے کہ وہ ان کی کامیابی کے لئے دعا بھی کریں۔ جو شخص یہ سمجھنے کے باوجود کہ ان کی مذہب سے بے اعتنائی یا تعصب سے خالی ہونا ہمارے کام آرہا ہے اور سلسلہ اور اسلام کو فائدہ پہنچا رہا ہے پھر بھی ان کی کامیابی کے لئے دعا نہیں کرتا میں سمجھتا ہوں وہ اپنے عمل سے دین کو نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دین کا فائدہ ان کی کامیابی میں ہے مگر ان کی کامیابی کے لئے دعا نہ کر کے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ہاں جو شخص یہ نہیں سمجھتا گو میرے نزدیک وہ غلطی پر ہے مگر میں اسے دعا کے لئے نہیں کہتا کیونکہ جب وہ اس بات پر یقین ہی نہیں رکھتا کہ دین کا فائدہ ان کی کامیابی میں ہے تو اسے دعا کے لئے کس طرح کہا جاسکتا ہے؟

دوسری چیز جو اِن دعاؤں میں یاد رکھنی چاہیئے وہ تحریک جدید کے چندہ کے مطالبہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ دوستوں کو معلوم ہے کہ میں یہ کوشش کر رہا ہوں (اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اس کوشش میں کامیاب ہوتا ہوں یا نہیں اور میری اس جدوجہد کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ابھی تو اس میں بہت سی مشکلات اور روکیں حائل ہو رہی ہیں) کہ تحریک جدید کے چندہ سے ایک ایسا مستقل فنڈ قائم کر دیا جائے جس کے نتیجہ میں تبلیغ کا کام عام چندوں کے بڑھنے گھٹنے کے اثر سے آزاد ہو جائے۔ جو لوگ اس کام میں حصے لے رہے ہیں وہ اشاعتِ دین کی ایک مستقل بنیاد قائم کر رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں کامیاب کر دیا تو وہ عملی طور پر

اس بنیاد کو قائم کرنے والے ہوں گے اور اگر میری ان کوششوں میں اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت کامیابی نہ ہوئی تب بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسے ہی سمجھے جائیں گے جیسے مستقل بنیاد رکھنے والے۔ پس ایسی قربانی کرنے والے دوست اس بات کے مستحق ہیں کہ جماعت کے تمام لوگ ان کے لئے دعا کریں۔ جو لوگ تحریک جدید میں حصہ نہیں لے رہے اپنی مجبوریوں کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ یہ طوعی تحریک ہے اور اس میں شمولیت انہوں نے ضروری نہیں سمجھی۔ ان کا کم سے کم فرض یہ ہے کہ وہ تحریک جدید میں حصہ لینے والوں کے لئے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے، ان کے قدم کو نیکیوں میں بڑھائے اور ان کا انجام بخیر کرے۔ درحقیقت صحیح معنوں میں نیک وہی ہے جس کا انجام نیک ہو اور بد وہی ہے جس کا انجام بُرا ہو۔ قرآن کریم نے اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ وصیت بیان فرمائی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹوں کو کی کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[1] اس کا یہ مطلب نہیں کہ درمیانی زندگی میں تم بے شک بدمعاش رہنا صرف مرتے وقت خدا کی طرف متوجہ ہو جانا بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ میں تو تمہارے انجام کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہاری درمیانی نیکیوں سے کوئی غرض نہیں۔ اگر تم بالفرض زندگی میں نیکیاں بھی کرتے رہے لیکن تمہارا انجام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر نہ ہؤا تو پھر تم کسی اور طرف جاؤ گے اور میں کسی اور طرف جاؤں گا۔ دنیا میں کوئی باپ ایسا نہیں جو یہ خواہش نہ رکھتا ہو کہ اس کی اولاد اس کے پاس رہے۔ دنیا میں ہر انسان کے اندر یہ خواہش پائی جاتی ہے اور اگلے جہان میں بھی یہ خواہش موجود ہو گی بلکہ یہاں تو کئی قسم کی مجبوریوں کی وجہ سے اولاد اپنے ماں باپ سے جدا بھی رہتی ہے لیکن اگلے جہان میں ایسا نہیں ہو گا بلکہ وہاں اللہ تعالیٰ ماں باپ کی اس خواہش کا ایسا احترام کرے گا کہ اپنے عام قانون کو بھی بدل دے گا اور اولاد کو خواہ وہ ایمان کے کسی درجہ پر ہوں ان کے ماں باپ کے پاس رکھے گا۔ فرض کرو جنت کے ایک کروڑ درجے ہوں اور بچہ تو دسویں حصہ کا مستحق ہو اور باپ کروڑویں حصہ کا تو اللہ تعالیٰ اس خواہش کے احترام میں دس والے کو اٹھا کر کروڑ والے کے مقام تک پہنچا دے گا اور یہ برداشت نہیں کرے گا کہ باپ کو یہ صدمہ رہے کہ اس کا بچہ اس سے جدا ہے۔ پس وہاں ماں باپ کی اس محبت کا انتہائی احترام کیا جائے

گا اور بچوں کو اپنے ماں باپ کے پاس رکھا جائے گا۔ اور اگر کسی کے بچے جنت کے اعلیٰ مقام پر ہوئے اور ماں باپ ادنیٰ مقام پر تو اللہ تعالیٰ ماں باپ کو بلند کر کے ان کے بچے کے پاس لے جائے گا۔ بہرحال جذباتِ پدری اور جذباتِ مادری کا احترام وہاں انتہاء تک پہنچا ہوا ہو گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کہ اے میرے بیٹو! مرنے کے بعد ہم تو یہ امیدیں لگائے بیٹھے ہوں گے کہ ابھی ہمارے بیٹے ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم اکٹھے جنت میں رہیں گے لیکن اگر تمہارے اعمال اچھے نہ ہوئے تو ہماری یہ امیدیں دل ہی دل میں رہ جائیں گی اور تم تو کہیں جارہے ہوگے اور ہم کہیں جارہے ہوں گے۔ اس لئے اے میرے بیٹو! تم میری اس وصیت کو یاد رکھو کہ جب تمہاری موت کا وقت آئے تو اس وقت تمہارا خاتمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر ہی ہونا چاہیئے تاکہ ہم اگلے جہان اکٹھے رہیں اور ہم میں کوئی جدائی واقع نہ ہو تو انجام پر ہی سارا انحصار ہوتا ہے۔ اسی لئے دوسرے کے لئے بہترین دعا یہ ہوتی ہے کہ خدا اس کا انجام بخیر کرے کیونکہ جس کی موت اچھی ہو گئی اس کی ساری زندگی اچھی ہو گئی اور جس کی موت خراب ہو گئی اس کی ساری زندگی خراب ہو گئی۔

پس جو لوگ تحریک جدید میں حصہ نہیں لے سکے ان کا فرض ہے کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے والوں کے لئے دعائیں کریں کہ خدا ان کا انجام بخیر کرے اور ان کی نیتوں اور ارادوں کو احسن طور پر پورا کرے۔ تحریک جدید میں حصہ لینے والوں کو بھی چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے دعائیں کریں تا اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہو اور وہ ہماری حقیر کوششوں میں برکت ڈالے اور ان کے مفید نتائج پیدا فرمائے۔

اسی طرح ان روکوں اور مشکلات کے دور ہونے کے لئے بھی دعائیں کی جائیں۔ جو تبلیغِ اسلام کے لئے ایک مستقل فنڈ قائم کرنے کی راہ میں حائل ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی جائے کہ وہ ایسا مستقل فنڈ قائم کرنے میں ہماری مدد کرے جو دنیا کے کناروں تک اسلام اور احمدیت کی تبلیغ پہنچانے میں مُمد ہو اور پھر یہ بھی دعا کریں کہ وہ لوگ جنہوں نے تحریک جدید میں حصہ نہیں لیا یا حصہ تو لیا مگر اپنی طاقت سے کم لیا ہے یا حصہ تو اپنی طاقت کے مطابق لیا ہے

مگر ابھی تک انہوں نے اپنے وعدوں کو پورا نہیں کیا اللہ تعالیٰ ان کے قصوروں کو معاف کر کے ان کی ہمتوں کو بلند کرے اور انہیں ان لوگوں میں شامل نہ کرے جو چشمہ کے پاس پہنچ کر اپنی بد قسمتی سے پیاسے لَوٹ جاتے ہیں۔

اس کے بعد مَیں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے جلسہ سالانہ پر قرآن کریم کی تفسیر کی اشاعت کا وعدہ کیا تھا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ قرآن کریم کی تفسیر کا کام ابتداء سے شروع کروں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مَیں نے بہت سا کام کیا اور کئی سو صفحے نوٹوں کے تیار بھی ہو گئے مگر پھر مجھے خیال آیا کہ قرآن کریم کی تفسیر کا ایک حصہ کئی سال سے اڑھائی سو صفحہ تک چھپا ہؤا موجود ہے کیوں نہ پہلے اسے ہی مکمل کر کے شائع کر دیا جائے۔ یہ تفسیر دس سے پندرہ پاروں تک چھاپنے کا ارادہ تھا اور اڑھائی سو صفحہ اس تفسیر کا چھپا ہؤا موجود ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اگر پہلے پارہ سے تفسیر شروع کی گئی تو یہ حصہ یونہی پڑا رہے گا لیکن اگر اسے شائع کر دیا گیا تو کاغذ بھی ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور کام بھی جلد مکمل ہو جائے گا۔ چنانچہ تفسیر کے اس حصہ کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ یہ حصہ اگرچہ سورۂ یونس سے شروع ہوتا ہے مگر قرآن کریم ایسی کتاب ہے کہ جہاں سے بھی پڑھا جائے اس میں نور اور ہدایت ہوتی ہے۔ جیسے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے یہ فرمایا ہے کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ 2 کہ میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ یہی حال قرآن کریم کا ہے کہ اسے جہاں سے بھی پڑھا جائے اس میں سے انسان کی ہدایت کے خزانے نکلتے چلے آتے ہیں۔ میں نے اس کام کا بڑا حصہ خدا کے فضل سے مکمل کر لیا ہے اور دسمبر تک ایک جلد جو بڑے سائز کے سات آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہو گی شائع ہو جائے گی۔ اگر حقیقۃ الوحی کے سائز پر اسے پھیلایا جائے تو تیرہ چودہ سو صفحات کی کتاب بنتی ہے۔ جلسہ سالانہ تک اِنْشَاءَ اللّٰہُ یہ جلد شائع ہو جائے گی۔ اس کے متعلق ایک اعلان تو میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جن دوستوں نے اس کی قیمت پیشگی ادا کی ہوئی ہے اور ان کو اس حصہ کا ایک جزو برائے مطالعہ بھجوا دیا گیا تھا جو 456 صفحات پر مشتمل تھا اب وہ اس حصہ کو واپس کر دیں تا کہ بقیہ حصہ اس کے ساتھ شامل کر کے اور کتاب کو مجلّد کرا کے جلسہ سالانہ پر انہیں دی جا سکے۔ اگر وہ تفسیر کا

سابقہ حصہ ہمیں واپس نہیں کریں گے تو گو بقیہ حصہ پھر بھی ہم انہیں دے دیں گے لیکن بوجہ ناقص ہونے کے وہ مجلّد نہیں ہو گا اور جِلد انہیں خود کرانی پڑے گی۔ پس جن دوستوں نے تفسیر کا پہلا حصہ منگوالیا تھا وہ اب دفتر تحریک جدید کو واپس بھجوادیں۔ جلسہ سالانہ پر بقیہ حصہ شامل کر کے سات آٹھ سو صفحات پر مشتمل ایک مکمل جلد اِنْشَاءَاللّٰہُ تَعَالٰی انہیں دے دی جائے گی۔ آجکل کاغذ سخت مہنگا ہو گیا ہے۔ پریس کے اخراجات بھی پہلے سے زیادہ ہو گئے ہیں مگر باوجود اس کے کہ اخراجات میں کئی لحاظ سے زیادتی ہو چکی ہے۔ میری تجویز ہے کہ اس تفسیر کی قیمت زیادہ نہ رکھی جائے۔ چنانچہ مجلّد تفسیر کی قیمت میں نے پانچ روپے تجویز کی ہے سات آٹھ سو صفحات پر وہ مشتمل ہو گی۔ سائز بڑا ہو گا اور جِلد بندی ہوئی ہو گی۔

میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ ہر جگہ کی جماعتیں اپنی اپنی جگہ اس تفسیر کی خریداری کا انتظام کریں اور کوشش کریں کہ جلسہ سالانہ پر یہاں سے اکٹھی کئی کئی جلدیں خرید کر لے جائیں۔ اگر وہ بذریعہ ڈاک منگوائیں گے تو ایک جلد پر بارہ چودہ آنے ڈاک کا خرچ آجائے گا اور اس طرح انہیں زیادہ اخراجات کا متحمل ہونا پڑے گا لیکن اگر وہ اپنی اپنی جگہ تحریک کر کے جلسہ سالانہ پر کتابیں خرید کر لے جائیں گے تو خرچ ڈاک سے بچ جائیں گے۔

ہمارے دوستوں کی طرف سے بالعموم یہ شکوہ ہوتا رہا ہے کہ تفسیرِ قرآن کی اشاعت میں تاخیر سے کام لیا جا رہا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب وہ اس شکوہ کے دور ہونے پر خریداری کی کثرت سے اپنے جذبات کا اظہار کریں گے اور نہ صرف خود خریدار بنیں گے بلکہ دوسروں کو بھی تحریک کریں گے کہ وہ اس کے خریدار بنیں۔ اسی طرح وہ دوست جو اثر ورسوخ رکھنے والے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ غیر احمدیوں میں بھی اس کی خریداری کی تحریک کریں۔ قرآن کریم ایک ایسی چیز ہے جس کی اشاعت ہماری تبلیغ میں بہت مدد ہو سکتی ہے کیونکہ لوگ جہاں ہماری دوسری کتب کے بارہ میں تعصب رکھتے ہیں قرآن کریم کو شوق سے لے لیتے ہیں۔ اگر انہیں لوگوں کو سلسلہ کا لٹریچر پڑھنے کے لئے دیا جائے تو گو اس میں بھی اسلام اور قرآن کی ہی باتیں ہوتی ہیں مگر وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے سلسلہ کا لٹریچر خریدا تو لوگ اعتراض کریں گے۔ لیکن قرآن کریم کے متعلق لوگوں میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ اس کا صحیح ترجمہ

اور صحیح مفہوم انہیں نہیں مل رہا اور وہ بے تابی سے اس بات کے منتظر ہیں کہ اگر انہیں قرآن کریم کا کوئی صحیح ترجمہ اور اس کی اچھی تفسیر ملے تو اسے پڑھیں۔ پس یہ ایک ایسی تحریک ہے جس کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کام کیا ہے اس سے آسانی سے تمام مسلمانوں کو روشناس کرایا جاسکتا ہے اور لوگ بغیر کسی خوف کے ان خیالات کو پڑھ سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم اپنے مطالب مضمون کے لحاظ سے بیان کرتا ہے اور اس میں اس طرح بحثیں نہیں ہوتیں جس طرح دوسری کتب میں ہوتی ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم کے مطالب پر ہی ہمارے سلسلہ کی بنیاد ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں جو کچھ ہے وہ قرآن کریم کی تفسیر ہی ہے۔ نادان کہتے ہیں کہ ہم نے تو قرآن کریم کی تفسیر لکھ دی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی تفسیر نہیں لکھی۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام کتابیں قرآن کریم کی تفسیر ہی ہیں۔ جیسے حضرت عائشہؓ نے رسول کریم ﷺ کے متعلق فرمایا تھا کہ کَانَ خُلُقُہٗ کُلُّہُ الْقُرْاٰنُ [3] یعنی آپ کے اخلاق اگر معلوم کرنے ہوں تو قرآن کریم پڑھ لو۔ جو کچھ قرآن میں لکھا ہے وہی آپ کے اخلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم کامل سچائی کے ساتھ بغیر کسی قسم کے مبالغہ کے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں قرآن کریم کی تفسیر ہیں اور دراصل ہم جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ بھی آپ کی بیان کردہ باتوں سے ہی مستنبط ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض آیات کی تفسیر نہیں کی مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہم ان آیات کی جو تفسیر کرتے ہیں وہ اسی نور کی برکت سے کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں عطا فرمایا۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی لیمپ سے جنگل میں سے کوئی چیز تلاش کی جائے۔ اب بے شک وہ چیز اس لیمپ والے نے تلاش نہیں کی بلکہ خود اس نے کی ہوگی مگر اس میں بھی کیا شبہ ہے کہ اگر اس کا لیمپ اس کے پاس نہ ہوتا تو یہ اس چیز کو تلاش نہ کر سکتا۔ اسی طرح انبیاء اپنے ماننے والوں میں ایک ایسا ملکہ پیدا کر جاتے ہیں جس سے کام لے کر وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تفسیریں کر سکتے ہیں اور یہ ملکہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے

تفسیر سے کئی گُنے بڑھ کر ہوتا ہے۔

انبیاء کا علم تو بہت وسیع ہوتا ہے میں نے تو اپنے متعلق دیکھا ہے کہ جب میں کسی آیت کی تفسیر لکھنے بیٹھتا ہوں تو اس کے بیسیوں مطالب مجھ پر کھلتے چلے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان تمام کو لکھ ڈالوں مگر پھر سوچتا ہوں کہ اگر ان تمام باتوں کو بیان کروں تو تفسیر کے محدود صفحات ان کے کہاں متحمل ہو سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند مطالب لکھ دئے جاتے ہیں اور باقی چھوڑ دئے جاتے ہیں اور یہ تو ایک وقت کا حال ہے۔ دوسرے وقت پھر اس آیت کے بیسیوں معانی منکشف ہو جاتے ہیں اور انہیں کسی ایک تفسیر میں لکھ دینا بالکل ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ پس یہ خیال کر لینا کہ کسی ایک انسان کی تفسیر بھی اس کے علم کے لحاظ سے مکمل کہلا سکتی ہے صحیح نہیں۔ روزانہ ہمیں نئے نئے علوم ملتے رہتے ہیں اور یہ تو میری حالت ہے۔ انبیاء جو خاص طور پر مُؤَیّد مِنَ اللہ ہوتے ہیں ان کے علوم تو بہت ہی غیر محدود ہوتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگر قرآن کریم کی کوئی تفسیر لکھتے تو بھی ہزاروں باتیں رہ جاتیں ہزاروں مطالب تشنۂ تکمیل رہتے اور ہزاروں باتیں ایسی ہوتیں جو آپ بیان نہ کر سکتے کیونکہ تفسیر محدود چیز ہے اور قرآنی علم غیر محدود ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے قرآن کریم کی کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی۔ ہاں آپ نے ہمیں وہ ملکہ عطا کر دیا ہے جس سے ہم قرآن کریم کی تفسیر کر سکتے ہیں اور آپ نے ہمیں وہ گُر بتا دئے ہیں جن سے قرآن کریم کی تفسیر ہمیں آگئی اور ایسی آئی کہ اب وہ مکمل طور پر اگر ہم لکھنا بھی چاہیں تو نہیں لکھ سکتے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں قرآن کریم کی سمجھ دی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی تفسیر مکمل نہیں کہلا سکتی۔ ایک میرے ہی دماغ کی باتیں جب تفسیر میں نہیں آسکتیں تو ہماری جماعت میں اور ہزاروں لاکھوں جو احمدی ہیں ان کے علوم کسی ایک کتاب میں کس طرح بیان ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آئندہ زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن پر قرآن کریم کے نئے سے نئے علوم منکشف ہوتے رہیں گے اور یہ بالکل ناممکن ہو گا کہ ان سب کو کسی تفسیر میں یکجائی طور پر بیان کیا جاسکے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا چلا جائے گا جب تک جماعت احمدیہ کے افراد اس یقین پر قائم رہیں گے کہ

قرآن خدا کا کلام ہے اور اس کے اندر غیر محدود علوم اور معارف پنہاں ہیں۔ اس یقین کی موجودگی میں قرآن کبھی بند کتاب کی طرح نہیں رہے گا بلکہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں اس میں سے نئے سے نئے علوم نکلتے آئیں گے مگر جس دن لوگوں نے قرآن کریم کے علوم کو محدود سمجھ لیا، جس دن انہوں نے خیال کر لیا کہ قرآن اتنے رکوعوں، اتنی سورتوں اور اتنے پاروں کی کتاب ہے اور اس کے متعلق فلاں نے یہ لکھا ہے اور فلاں نے وہ اور یہ کہ اس سے زیادہ اب کوئی معرفت کی بات قرآن کریم سے نہیں نکل سکتی اُس دن قرآن لوگوں کے لئے بند ہو جائے گا اور اس میں سے کوئی نور اور معرفت کا نیا نکتہ انہیں نہیں سوجھے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے اندر یہی ایمان پیدا فرمایا ہے کہ قرآن غیر محدود معارف کا حامل ہے اور جس طرح خدا تعالیٰ کی طاقتیں انسانی حد بست سے بالا ہیں اسی طرح قرآنی معارف کا بھی کوئی شخص احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ معارف قرآن میں سے نکلتے چلے آئے ہیں اور ضرورت زمانہ کے متعلق ہمیشہ نکلتے چلے جائیں گے۔ یہ دروازہ نہ پہلے کبھی بند ہوا اور نہ آئندہ کبھی بند ہو گا۔ قرآن کے متعلق یہی ایمان ہے جو اصل چیز ہے باقی سب تفاسیر اس کی جزئیات ہیں۔ جب تک تمہارے دلوں میں یہ ایمان رہے گا قرآن کے وسیع علوم تم پر کھلتے چلے جائیں گے مگر جس دن یہ ایمان تمہارے دلوں سے نکل گیا اس دن تم قرآن کو تو کھولو گے اور اسے پڑھو گے بھی مگر جس طرح گنّے کو چوس کر اس کے چھلکے کو الگ پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح تمہیں قرآن کے الفاظ اس چھلکے کی طرح دکھائی دیں گے جس کا رس چوس لیا گیا ہو مگر اس ایمان کی موجودگی میں جب تم قرآن کو پڑھو گے تو تمہاری حالت اس پیاسے کی سی ہو گی جو سخت پیاس کی حالت میں دریائے سندھ یا برہم پتر کو اپنا مُنہ لگا دے اور خیال کرے کہ وہ تمام دریا ایک ہی سانس میں پی جائے گا مگر ایک دو چلّو پانی پینے کے بعد ہی اس کی پیاس بجھ جائے اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ جائے کہ دریا تو اسی شان سے بہتا چلا جا رہا ہے اور اس کی پیاس دو چلّو پانی سے ہی بجھ گئی ہے۔

میں اپنے جوش میں کہیں سے کہیں کا نکل گیا۔ میری غرض تو اس وقت یہ اعلان کرنا تھا کہ جن دوستوں نے اس تفسیر کا پہلا حصہ منگوا لیا تھا وہ اب دفتر تحریک جدید میں

واپس بھجوا دیں تا کہ بقیہ حصہ اس کے ساتھ شامل کر کے اور جلد بندھوا کر جلسہ سالانہ پر انہیں مکمل کتاب دی جاسکے اور دوسرے دوستوں کو توجہ دلانا کہ وہ دسمبر سے پہلے پہلے ہر جگہ پر خریداری کی تحریک کر کے معقول تعداد خریداروں کی پیدا کر چھوڑیں۔ میں نے اس کے متعلق بعض دوستوں کو زبانی بھی یہ تحریک کی ہے کہ وہ لوگوں کو اس تفسیر کا خریدار بنانے کی کوشش کریں اور اب اس خطبہ کے ذریعہ عام اعلان کرتا ہوں کہ تمام دوست اپنے اپنے مقام پر اس کی خریداری کے متعلق پُرزور تحریک کریں بلکہ ہر جگہ دوست اپنے آپ کو بطور والنٹیر پیش کریں اور وہ والنٹیر ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں پھر کر احمدیوں، غیر احمدیوں اور غیر مسلموں سب میں اس کی خریداری کی تحریک کریں۔ ان سے سرِدست روپیہ لینے کی ضرورت نہیں۔ صرف خریداری کا وعدہ لے لیا جائے اور ان کے نام نوٹ کر لئے جائیں۔ جلسہ سالانہ پر ان کے لئے اکٹھی کتابیں یہاں سے خریدی جاسکتی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوست اس کے متعلق مستعدی سے کام لیں گے اور اس تفسیر کے زیادہ سے زیادہ خریدار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ اگر وہ روپیہ جو اس کی طبع و اشاعت پر خرچ آئے گا کتاب جلد فروخت ہو کر ہمیں واپس نہیں ملے گا تو اگلی جلد کی اشاعت میں خواہ مخواہ تاخیر واقع ہوگی۔"

(الفضل 24 اکتوبر 1940ء)

---

1 البقرۃ: 133

2 مشکوۃ باب مناقب الصحابۃ

3 مسند احمد بن حنبل جلد 4 مطبوعہ بیروت 1313ھ